



خدمت اصحابِ حقّی صاحب  
السلام علیکم

گزارش ہے کہ میرے درج ذیل سوالات کے جوابات

دیں۔ سوال نمبر 2 | ایک آدمی زنا یا چوری کرنا ہے پھر سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے

یا تو کیا صرف توبہ کرنے سے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں  
یا جب تک اس پر وہ حدود جو شریعت نے لگائیں ہیں نہ نکلیں  
جائیں معاف نہیں ہوتے۔ چاہے وہ توبہ بھی کرے جیسا کہ چور کے  
لیے شریعت میں حد مقرر ہے کہ اس کے یا لٹو کاٹ دے جائیں وغیرہ۔

سوال نمبر 3 | ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تبلیغی جماعت والے توبہ کیسے ہیں  
کہ دین طلب سے آنا ہے اور دنیا مقصد سے ملتی ہے غلط ہے میں مثلاً حضرت عمرؓ  
کو دین کی طلب میں تھی بلکہ وہ تو نفوذی اللہ حضور کو مثل کرنے لگے ساتھ اس  
نے یہ بھی کہا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقصد سے ملتا ہے جیسا کہ

حضرت محمدؐ اپنے صحابہ و طالبین سے محنت کرنے لگے تھے لیکن یہ اظہار نہ لائے  
سوال نمبر 3 | ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ تراویح پڑھنا لازمی نہیں کیونکہ یہ حضرت عمرؓ  
کے دور سے ثابت ہیں جب کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور سے ثابت ہیں

میرا بانی کر کے بتائیں کہ عاز تراویح کی شریعت میں کہا جاتا ہے  
سوال نمبر 4 | کیا سترک کے پورے دن کی بنا پر صوموں کو دین قرار دیا جا سکتا ہے  
یا اور کیا سکول اور کالج کی مشوری لیکر صوموں کی ہوائی جا سکتی ہے؟

سوال نمبر 5 | کیا حضرت عمرؓ نے چار ماہ گھر سے باہر نہ نکلنے کی باجاء عام سے زیادہ  
گھر سے باہر نکلنے کی تشریح بنا لی تھی یا نہیں اگر نہیں تو کیا جماعتِ طالبوں  
کی سات ماہ یا سال کی تشریح پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں

سوال نمبر 6 | موجودہ دور میں شریعت کے مطالبات سناری کا طریقہ  
کار کیا ہوگا۔  
(جواب منسجم و رتی پر مد نظر فرمائیں)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
الجواب حامدًا ومصليًا و مسلّمًا

(۱)..... اگر کسی نے گناہ کبیرہ کر لیا تو توبہ کرنے سے وہ گناہ معاف ہو جائے گا، اس کے لیے حد کا جاری ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی نے ایسا گناہ کر لیا جس سے دوسروں کی حق تلفی ہوئی ہو جیسے چوری وغیرہ تو اس وقت صاحبِ حق سے معاف کرانا یا اس کا حق ادا کرنا ضروری ہوگا، اس کے بغیر توبہ مکمل نہیں ہوگی۔

لمافی الدر المختار ۴۱۴

ولیس مطہرا عندنا بل المطہر التوبۃ۔

وفی الشامیۃ تحتہ:

الظاہر أنّہا لا تسقط الحد الثابت عند الحاکم بعد الرفع إلیہ أما قبلہ فیسقط الحد بالتوبۃ حتی فی قطاع الطریق سواء کان قبل جنایتہم عل نفس أو عضو أو مال أو کان بعد شیء من ذلك كما سیأتی فی بابہ وبہ صرح فی البحر هنا خلافا لما فی الزہر نعم ینقی علیہم حق العبد من القصاص إن قتلوا والضمان إن أخذوا المال وقول البحر والقطع إن أخذوا المال سبق قلم وصوابہ والضمان۔

وفی البحر الرائق ۶۱۵

والحاصل أن الواجب علی العاصی فی نفس الأمر التوبۃ فیما بینہ وبين الله تعالى والإینابۃ

وفی الہندیۃ ۱۴۳۱۲

وحکمہ الأصلی الانزجار عما یتضرر بہ العباد وصیانة دار الإسلام عن الفساد والطہر من الذنب لیست بحکم اصلی لإقامة الحد لأنها تحصل بالتوبۃ لا بإقامة الحد۔

(۲)..... تبلیغ سے منسلک حضرات کا یہ جملہ کہ ”دین طلب سے آتا ہے“ درست ہے کیونکہ ایک آیت مبارکہ میں ہے ”ویہدی الیہ من یشیب“ کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں اس شخص کو جو اس کی طرف رجوع کرے، مذکورہ آیت مبارکہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین کے لیے طلب ضروری ہے، باقی رہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ سوا انہوں نے بھی طلب کی تھی جیسا کہ ان کے اسلام لانے کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی بہن سے فرمایا تھا کہ مجھے بھی وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں، اپنی اس طلب کی وجہ سے وہ مشرف باسلام ہوئے،

اور شخص مذکور کا یہ کہنا کہ دین محنت سے نہیں آتا بلکہ مقدر سے ملتا ہے درست نہیں، بلکہ دین بھی محنت سے آتا ہے، حضرت ابوطالب کی اپنی طلب اور محنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو اسلام کی توفیق نہ ہوئی۔

یہ جملہ کہ دنیا مقدر سے ملتی ہے درست ہے، لیکن اس سے اسباب اختیار کرنے کی نفی کرنا درست نہیں بلکہ اسباب

اختیار کرنے ضروری ہیں۔



لما فى التفسیر المظہرى ۱۹۱۵

قوله انلزمكموها : اى نلزمكم على الاهتداء بها اى بالنية او الرحمة و نجبركم على قبولها وانتم

لها كارهون اى لا تريدونها

وفى روح المعانى ۲۴۰/۱۶

وانتم لها كارهون اى لا تختارونها ولا تتأملون فيها

وفى صحيح البخارى باب قصة ابى طالب رقم الحديث ۳۸۸۴

ان اباطالب لما حضرته الوفاة دخل عليه النبى ﷺ و عنده ابو جهل فقال اى عم قل لا اله الا اله

كلمة الحج لك بها عندا لله فقال ابو جهل وعبدالله بن ابى امية يا اباطالب ترغب عن ملة

عبدالمطلب فلم يزالا يكلمانه حتى قال آخر شئى كلمهم به على ملة عبدالمطلب

وفى التفسیر المنير ۳۲۷/۱۶

مامن نوع من انواع دواب الارض او البحر او الجو الا على الله رزقها و معيشتها و غذائها

المناسب لها المعد لطعامها بعد البحث والحركة والعمل

وفى روح المعانى ۲۰۳/۱۶

ولا يمنع من التوكل مباشرة الاسباب مع العلم بانه سبحانه المسبب لها

(۳) صورت مسئوله میں شخص مذکور کا یہ کہنا کہ ”تراویح پڑھنا لازمی نہیں“ درست نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ تراویح کی

نماز سنت مؤکدہ ہے۔

اور اسی طرح یہ کہنا کہ ”یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت ہیں جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور سے ثابت نہیں“ بھی درست نہیں، بلکہ تراویح آ حضرت ﷺ سے ثابت ہیں، البتہ آنحضرت ﷺ نے اس کی جماعت ”فرض ہو جانے کے اندیشہ سے“ ترک فرمادی تھی، اور یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی افراد اُپڑھی جاتی تھیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ایک امام کے پیچھے نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا اور یہ عمل تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں ہوا، کسی نے اس پر انکار نہ فرمایا، تو یہ اجماع ہوا جو بذات خود ایک مستقل دلیل ہے۔

لما فى مشکوة المصابيح باب قيام شهر رمضان، ۱۱۴

عن زيد بن ثابت رضى الله عنه ان النبى ﷺ اتخذ حجرة فى المسجد من حصير فصلى فيها ليالى

حتى اجتمع عليه ناس ثم فقدوا صوته ليلة و ظنوا انه قد نام فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج اليهم

فقال ما زال بكم الذى رأيت من صنعكم حتى خشيت ان يكتب عليكم و لو كتب عليكم ما

قتمم به فصلوا ايها الناس فى بيوتكم۔

وفيه ايضا ۱۱۴



و عن ابى هريرة قال كان رسول الله ﷺ يرغب فى قيام رمضان من غير ان يامرهم فيه بعزيمة  
 فيقول من قام رمضان ايمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه فتوفى رسول الله ﷺ والامر على  
 ذلك ثم كان الامر على ذلك فى خلافة ابى بكر و صدرا من خلافة عمر على ذلك -

وفى المرقاة ٣٧٠/٣

والامر على ذلك أى التفرق وعدم الجماعة الذى كان فى زمنه عليه الصلاة والسلام يعنى كانوا  
 يصلون التراويح منفردين بعضهم فى بيوتهم وبعضهم فى المسجد إما لكونهم معتكفين أو لأنهم  
 من أهل الصفة المنفردين أو لأنهم فى البيت ما يشغلهم عن العبادة فيكونون فى المسجد من  
 المستغنين فلا مخالفة لما تقدم من أمره عليه الصلاة والسلام إياهم بصلاة التراويح فى بيوتهم ثم  
 كان الأمر على ذلك أى على وفق زمانه عليه الصلاة والسلام فى خلافة أبى بكر أى جميع زمانها  
 وصدرا من خلافة عمر أى فى أول خلافته -

وفى الدر المختار ٤٣١٢

التراويح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء -

وفى البحر الرائق ١١٧١٢

وحكى غير واحد الإجماع على سنيتها وقد سنها رسول الله صلى الله عليه وسلم وندبنا إليها  
 وأقامها فى بعض الليالى ثم تركها خشية أن تكتب على أمته كما ثبت ذلك فى الصحيحين  
 وغيرهما ثم وقعت المواظبة عليها فى أثناء خلافة عمر رضى الله عنه ووافق على ذلك عامة  
 الصحابة..... والله تعالى أعلم بالصواب

محمد ابراهيم عفيفي

محمد ابراهيم عفيفي

دارالافتاء جامعة دارالعلوم كراچي

١٢١٦ / ١٢ / ١٤٣٣ هـ

الجواب صحیح

محمد ابراهيم عفيفي

١٢١٦ / ١٢ / ١٤٣٣ هـ

الجواب صحیح

نائب مفتي جامعة دارالعلوم كراچي

١٢١٦ / ١٢ / ١٤٣٣ هـ



نوٹ: ایک استفتاء میں صرف تین سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے